تقویٰ

انسانی اختیار کا بنیادی مقدمہ

نعمان نیئر کلاچوی

تقویٰ

انسانی اختیار کا بنیادی مقدمہ

یَآاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوااتَّقُوااللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اِس کا حق ہے
(آل عمران۔102)

نعمان نیئر کلاچوی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام مقالہ	تقویٰ (انسانی اختیار کا بنیادی مقدمہ)
مصنف	نعمان نیئر کلاچوی
ناشر	مرشد پبلی کیشنز، کلاچی، ڈیرہ اسماعیل خان
پی ڈی ایف ایڈیشن	جولائی، 2025

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	پیش گفتار	05
2	انسانی اختیار	07
3	اختیار کا شعوری استعمال	09
4	عبودیت اور تقویٰ	11
6	تقویٰ اور انسانی تقدیر	13

پیش گفتار

ایمان جہاں انسانی شعور کو مؤثر (Effective) اور با معنیٰ (Significant) بنا دیتا ہے تو وہاں تقویٰ انسانی اختیار کی تنقیح (Purification) اور تحدید (Limitation) کر دیتا ہے۔ شعور بغیر ایمان کے کٹی پتنگ ہے اور آخر کار یہ نفس پرستی کی کھائی میں جا گرتا ہے۔ اِسی طرح تقویٰ نہ ہو تو انسانی اختیار گویا بندر کے ہاتھ میں اُسترا والی بات ہے یعنی پھر جس کا واحد کام مار کاٹ ہی رہ جاتا ہے۔ بالکل یہی کچھ ہو رہا ہے ہماری آج کی دنیا میں چنانچہ ہماری دنیا کا سب سے باشعور انسان وہ ہے جو ہم میں سے سب سے زیادہ نفس پرست اور ہمارے درمیان سب سے بااختیار انسان وہ ہے جو زیادہ مار کاٹ کر سکتا ہے۔

علم اپنی اصلی بنیاد میں صرف اخلاقیات کا شعور ہے ورنہ ایٹم بم بنا کر ناشتہ تو نہیں کرنا اُس سے، بالآخر کہیں نہ کہیں انسانوں پر ہی گرانا ہے۔ دین صرف اخلاقیات کا وہ جامع اور تسلی بخش نظم ہے کہ جس کے بغیر انسان کم از کم انسان نہیں رہتا اور دنیا کی کوئی بھی خصلت بغیر اعلیٰ اخلاق کے مستند نہیں ہے۔آج کل ایک نیا فیشن چل پڑا ہے کہ اب ہمیں اچھا انسان بننے کیلئے مذہب کی ضرورت نہیں رہی فلہٰذا ہم بغیر دین کو تسلیم کئے اچھے انسان بن سکتے ہیں جبکہ اصل سوال یہ ہے کہ مذہب کے بغیر اچھائی لوگے کہاں سے؟۔

مطلب انسان اپنی خواہش کو نیکی بنا دے تو اُس کی نیکی قبول کر لی جائے؟، اگر ایسا ہے تو یہ تو تاریخِ انسانی کا بدترین جبر ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک دیندار انسان نیکی اِس لئے نہیں کرتا کہ اُس نے کسی کے ساتھ اِس کا معاہدہ کر لیا ہے بلکہ وہ نیکی اِس لئے کرتا ہے کہ جسے وہ نیکی سمجھ رہا ہے اُس کا

تعین اُس کے خدا نے کیا ہے اور جب وہ نیکی کرتا ہے تو یہ اُس کا اور اُس کے خدا کا براہِ راست معاملہ بن جاتا ہے اور اگر وہ نیکی سے سرِ مُو انحراف کرتا ہے تو اُسے روزِ محشر خدا کے حضور جوابدہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بتائیں اِس سے زیادہ مؤثر ترین اور پائیدار چیک اینڈ بیلنس بھی بھلا کوئی ہو سکتا ہے؟۔بس یہی تقویٰ کی بنیاد ہے یعنی خدا کے حضور جوابدہی کا یقین، جسے اصطلاح میں" ایمان" کہا جاتا ہے۔ یہ کس قدر نہایت معقول نظم ہے کہ انسانی شعور کی خیر ایمان ہے اور انسانی اختیار کی خیر تقویٰ اب اگر ایک لمحے کیلئے شعور سے ایمان اور اختیار سے تقویٰ الگ کر لیں تو پھر پیچھے انسان اور وحشی درندے میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔

جو لوگ بغیر ایمان کے نیکی کرتے ہیں اُن سے پوچھا جائے کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں اگر وہ اپنی نیکی کے پیچھے کوئی ذاتی مفاد ظاہر نہیں کرتے تو یہ الگ بات ہے کہ وہ ظاہر کرنا ہی نہیں چاہتے ورنہ ایمان سے تہی کوئی بھی شخص بغیر ذاتی مفاد کوئی عمل انجام ہی نہیں دے سکتا چہ جائیکہ نیکی کرنا۔ اِسی کو آج کَل کی اصطلاح میں مفاد پرستی (Utilitarianism) کہا جاتا ہے اور یہی رویہ آج قریباً پوری دنیا میں انسانی معاملات کی بنیاد بن چکا ہے۔پس ایمان کے بغیر نیکی، نیکی رہتی کہاں ہے وہ تو بس حصولِ مفاد کی ایک ٹیکنیک بن جاتی ہے جبکہ ایمان تقویٰ کو انسانی اختیار کا بنیادی مقدمہ بنا دیتا ہے۔جدید اصطلاح میں عرض کریں تو ایمان تھیوری ہے اور تقویٰ پریکٹیکل۔

فقیر

نعمان نیئر کلاچوی

25، جولائی 2025

انسانی اختیار

انسان دیگر مخلوقات کے برعکس ارادہ، شعور، ضمیر اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر انسان مجبورِ محض ہوتا تو نہ جزاء کا تصور معقول ہوتا نہ سزا کا۔ اخلاقی ذمہ داری کا امکان صرف اُسی صورت میں ممکن ہے جب انسان کو اختیار حاصل ہو اور یہی تقویٰ کی وہ پہلی بنیادی صلاحیت (Potential) ہے جو انسان کے اندر خدا نے رکھ دی ہے۔ پس نبوت کی خبر کسی انسان تک نہ بھی پہنچے تو یہی بنیادی صلاحیت ایک انسان کی جوابدہی کیلئے کافی ہے۔

چنانچہ ہدف اور ذمہ داری (Purpose and Responsibility) کا تقاضا ہے کہ کوئی باشعور ہستی اپنے اعمال کی خودمختار بنیاد پر جواب دہ ہو۔

قرآنی دلائل:

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰاهَا. فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰاهَا﴾ (سورہ الشمس۔ آیت 7-8)

اور قسم نفسِ انسانی اور اِس کے توازن کی، پس ہم نے انسان کو اُس کی نیکی اور بدی الہام کردی۔

﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ (سورہ الإنسان۔ آیت 3)

"ہم نے انسان کو راستہ دکھادیا، اب چاہے شکر گزار بنے یا ناشکرا۔"

﴿مَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ (سورہ الکھف۔ آیت 29)

"جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کرے۔"

﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ (سورہ البلد۔ آیت 10)

"ہم نے اِسے (انسان) کو دونوں راستے دکھادیئے۔"

یہ آیات ظاہر کرتی ہیں کہ انسان کو اختیار دیا گیا ہے مگر اِس اختیار کے استعمال کی صحیح صورت خدا کی مرضی کے تحت ہے ۔اگر انسان اِس اختیار کو خدا کے مرضی کے خلاف بھی استعمال کرنا چاہے تو اُصولاً کر سکتا ہے اور ہمارا روز کا مشاہدہ بھی ہے کہ انسان ایسا کرتا ہے چنانچہ انسان اگر ایسا کرتا ہے تو پھر کل کو یعنی روزِ حساب وہ خدا کے سامنے یہ عذر نہیں پیش کر سکے گا کہ وہ برائی کو اختیار کرنے میں کسی بھی قسم کے جبر کا شکار ہو گیا تھا ۔اختیارِ حقیقی تو صرف خدا کو حاصل ہے لیکن خدا نے انسان کو اِس دنیا میں مخصوص اِرادہ و اختیار دے دیا تا کہ انسان اپنے شعور کو جس رُخ پر ڈالنا چاہے پوری آزادی کے ساتھ ڈال سکے ۔اِسی اختیار کو خدا نے ھدیناہ النجدین کہا ہے یعنی دو راستے ۔ایک خیر کی طرف جانے والا اور یہی راستہ اصل اور خدا کی طرف سے ہے جبکہ دوسرا شر کی طرف جاتا ہے جو انسان خود اپنے اعمال کے سبب پیدا کرتا ہے ۔قرآن اِس کی صراحت کرتا ہے ۔

﴿مَّآ اَصَابَكَ مِنۡ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ‌ۚ وَمَآ اَصَابَكَ مِنۡ سَيِّئَةٍ فَمِنۡ نَّـفۡسِكَ‌ؕ﴾

(سورہ النساء ۔آیت 79)

"تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور تجھے جو برائی پہنچے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے ۔"

اب انسانی اختیار کا یہ بنیادی مقدمہ بن جاتا ہے کہ وہ خیر کا راستہ منتخب کر کے اپنی دنیا و آخرت کو سنوار لے ورنہ مسئلہ صرف یہ نہیں کہ انسان اپنی آخرت تباہ کر بیٹھتا ہے ،اصل مصیبت یہ ہے کہ انسان اپنے اختیار کے غلط استعمال کے سبب اپنی دنیا بھی برباد کر بیٹھتا ہے ۔

پس تقویٰ وہ بنیادی انسانی طرزِ عمل ہے جس کی وساطت انسان صحیح معنوں میں انسان بن سکتا ہے ۔

☆☆☆☆☆

اختیار کا شعوری استعمال

تقویٰ لغوی طور پر" وقایۃ" یعنی بچاؤ سے ہے اور اصطلاحاً یہ احتسابِ خدا کے تحت ارادے کا شعوری استعمال ہے۔ تقویٰ دراصل انسانی اختیار کو مقید کرتا ہے تاکہ وہ صرف خدا کی رضا کیلئے استعمال ہو یعنی دوسرے لفظوں میں تقویٰ ہی وہ واحد انسانی انتخاب ہے جو اِسے ایک طرف دنیا اور آخرت میں کامیابی کی ضمانت دے دیتا ہے تو دوسری طرف خدا کا برگزیدہ بندہ بھی بنا دیتا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن تقویٰ کو لباس سے تشبیہ دیتا ہے کہ جس طرح لباس انسان کی شرمگاہوں کو ڈھانپ لیتا بالکل ایسے ہی تقویٰ انسانی اختیار کے تمام عیوب ڈھانپ لیتا ہے۔

وَلِبَاسُ التَّقْوٰىۙ-ذٰلِكَ خَيْرٌؕ۔ (سورہ الأعراف۔آیت 26)

"اور تقویٰ کا لباس جو سب سے بہتر ہے۔"

قرآنی دلائل:

﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ (سورہ البقرہ۔آیت 2)

"یہ کتاب اُن کے لئے ہدایت ہے جو تقویٰ رکھتے ہیں۔"

﴿وَمَن يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا﴾ (سورہ الطلاق۔آیت 2)

"جو اللہ کیلئے تقویٰ اختیار کرے، اللہ اُس کے لئے راستہ نکال لیتا ہے۔"

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (سورہ الحجرات۔آیت 13)

"تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ (سورہ آلِ عمران۔آیت 102)

”اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اِس کا حق ہے۔“

یہ آیات بتاتی ہیں کہ تقویٰ محض خوف نہیں بلکہ ایک شعوری رویہ ہے جو اختیار کے الٰہی استعمال پر مبنی ہے یعنی ایسا نہیں کہ انسان بہر صوت نیکی کرنے پر مجبور ہے بلکہ یہ تو انسانی اِرادہ و شعور طے کرتے ہیں کہ اُسے کس طرف جانا ہے۔ راستے صرف دو ہیں۔ اگر انسان اپنی مرضی سے برائی کی طرف جاتا ہے تو وہ جاسکتا ہے اِس وقت اُس پر کوئی روک ٹوک نہیں ہے لیکن ساتھ میں یہ بات بھی یاد رہے کہ بُرا عمل بہر حال بُرا ہے اور انسان چاہ کر بھی اِسے اچھا نہیں بنا سکتا۔ اِس طرح اگر انسان اپنی مرضی سے نیکی کو برائی اور برائی کو نیکی بنانے پر قادر ہوتا تو تقویٰ کا تصور ہی باطل ہو جاتا اور یوں نیکی اور برائی انسانی شعور پر موقوف ہو جاتی۔

جب مَیں کہتا ہوں کہ تقویٰ انسانی اختیار کا بنیادی مقدمہ ہے تو اِس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ انسان مجبور ہے کہ وہ بہر صورت تقویٰ اختیار کرے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان اگر تقویٰ اختیار نہ کرے تو اُس کی بقاء مخدوش (Vulnerable) ہو جاتی ہے کیونکہ نیکی کا شعور اضافی (Relative) نہیں ہے۔ یہ محض انسان کی غلط فہمی ہے کہ وہ اپنے اثر و رسوخ سے برائی کو نیکی بنا دیتا ہے۔ انسان اپنے شعور اور اِرادہ سے چاہے جو عمل اختیار کرے لیکن راستے صرف دو ہی ہیں۔ خیر اور شر۔ اگر انسان شعوری طور پر برائی اختیار کرتا ہے تو اِس کا خمیازہ وہ خود بھگتے گا۔ بھلے دنیا میں بچ بھی جائے تو آخرت میں اُس کا مواخذہ ہو کر رہے گا بلکہ عمومی مشاہدات ایسے ہی نظر آتے ہیں کہ دنیا میں بچت بہت مشکل سے ہوتی ہے، پس برائی اپنی قیمت وصول کر کے رہتی ہے۔

☆☆☆☆☆

عبودیت اور تقویٰ

عبودیت یعنی بندگی صرف اُس وقت معتبر بنتی ہے جب بندہ اپنے اختیار سے خود کو خدا کی اطاعت میں ڈال دیتا ہے۔تقویٰ اِس عبودیت کا عملی اظہار ہے یعنی بندگی کو شعور کے ساتھ اپنانا۔اگر تقویٰ نہ ہو تو اختیار محض خواہشات کے تابع ہو جاتا ہے اور بندگی رسمی بن جاتی ہے۔تقویٰ خدا پر ایمان کی عملی صورت پیدا کر دیتا ہے ورنہ صرف نظریات یا خالی خولی اقوال سے انسان خدا کی اطاعت پر کاربند نہیں ہوسکتا۔ایمان صرف قول کا نام نہیں بلکہ تقویٰ کا وعدہ ہے۔

اگر انسان صرف منہ زبانی ایمان کا اقرار کرلے اور زندگی کی عملی صورت میں تقویٰ اختیار نہ کرے تو وہ منافق بن جاتا ہے اور اِسی کے متعلق قرآن کی وعید موجود ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾

(سورہ البقرہ۔آیت 8)

”بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لے آئے ہیں حالانکہ وہ مؤمن یعنی صحیح معنوں میں ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“

پس تقویٰ کے بغیر ایمان نفاق ہے اور اِس کی کوئی اُلوہی سند نہیں بلکہ یہ مفاد پرستی کی بدترین عملی صورت ہے۔قرآن اِس کی جامع وضاحت کرتا ہے۔

﴿مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ﴾ (سورہ النساء۔آیت 143)

”اِس کفر و ایمان کے معاملے میں یہ لوگ (منافق) متذبذب ہیں یعنی نہ پورے اِس طرف ہیں اور نہ پورے اُس طرف۔“

یہی وہ تذبذب ہے جسے قرآن اپنی خاص اصطلاح میں نِفاق کہتا ہے اور ایسی نفسیاتی بیماری میں مبتلا لوگوں کیلئے منافق کی اصطلاح استعمال کرتا ہے۔

عبودیت بیک وقت دو راستوں کی نہیں ہو سکتی، یا تو انسان خدا کا بندہ ہوتا ہے یا پھر نفس کا پس اگر وہ خدا کا بندہ نہیں ہے تو لازماً وہ نفس کا بندہ ہے۔ قرآن کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

﴿اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ﴾ (سورہ الجاثیہ۔آیت 23)

" بھلا آپ نے اُس کو بھی دیکھا جو اپنی خواہش کا بندہ بن گیا۔"

قرآنی دلائل:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (سورہ الذاریات۔آیت 56)

"مَیں نے جن و انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔"

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (سورہ التغابن۔آیت 16)

" پس جہاں تک تم سے ہو سکے، تقویٰ اختیار کئے رکھو۔"

﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ (سورہ البقرہ۔آیت 197)

" زَادِ راہ لو اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔"

یہ آیات ثابت کرتی ہیں کہ تقویٰ ہی دراصل عبودیت کی اصل روح ہے۔

☆☆☆☆☆

تقویٰ اور انسانی تقدیر

اگر انسان مجبورِ محض (Determined) ہوتا تو تقویٰ کی تعلیم غیر معقول ہوتی۔تقویٰ کا مطالبہ ہی اِس بات کا اعلان ہے کہ انسان فاعل مختار ہے۔تقدیر اور تقویٰ کا تعلق اِس طرح واضح ہوتا ہے کہ تقدیر حدود فراہم کرتی ہے اور تقویٰ اِن حدود کے اندر اخلاقی فیصلے کرتا ہے یعنی کوئی مؤمن یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ برائی کرنے کا اختیار مجھے خدا نے دیا ہے تو اب برائی کو عملی صورت میں لانے پر مَیں ذمہ دار بھی نہیں ہوں۔نیکی یقیناً خدا کی توفیق ہی سے ممکن العمل ہوتی ہے لیکن برائی اختیار کرنے میں انسان پوری طرح آزاد ہے چنانچہ خدا کا علم انسان کو اِس اَمر پر مجبور نہیں کرتا کہ وہ برائی لازماً اختیار کرے،البتہ خدا علیم ہے یعنی وہ جانتا ہے کہ انسان اپنا اختیار کیسے استعمال کرے گا۔قرآن اِس نکتہ کی بہت زبردست وضاحت کرتا ہے۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾

(سورہ یونس۔آیت 44)

”بے شک اللہ لوگوں پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔“

﴿كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۔ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۔ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ هُوَ أَهْلُ التَّقْوٰى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ (سورہ المدثر۔آیات 54،55،56)

”ہرگز تم اِسے (قرآن) یاد نہیں رکھ سکتے،پس جو چاہے یاد کر لے،اور ایسا نہیں کہ اپنے اختیار سے کوئی یاد کر لے مگر اللہ چاہے،وہی اِس قابل ہے کہ اُس کے احتساب کو یاد رکھا جائے اور وہی ہے جس سے بخشش کی اُمید کی جائے۔“

درج بالا آیات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ نیکی صرف خدا کی توفیق ہی سے ممکن العمل ہوتی ہے جبکہ برائی کو اختیار کرنے میں انسان کُلی طور پر آزاد ہوتا ہے کیونکہ شر خدا کی پیداوار نہیں ہے، یہ دراصل انسانی اختیار کا انحراف (Deviation) ہے۔

قرآنی دلائل:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ﴾ (سورہ الشوریٰ۔آیت 30)

"اور تم پر جو مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے آتی ہے۔"

﴿كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ رَهِيۡنَةٌ﴾ (سورہ المدثر۔آیت 38)

"ہر نفس اپنے ہی کئے کا گروی ہے۔"

﴿وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ (سورہ النجم۔آیت 39)

"اور انسان کیلئے وہی کچھ ہے جس کی اُس نے کوشش کی۔"

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ (سورہ الرعد۔آیت 11)

"اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔"

نتیجہ

اِس بحث سے ثابت ہوا کہ تقویٰ انسانی اختیار کا فطری، عقلی اور الٰہی تقاضا ہے۔ تقویٰ ہی وہ شعوری معیار ہے جو انسان کے اختیار کو ربّانی نظام میں شامل کرتا ہے۔ انسانی اختیار تقویٰ کے بغیر بے لگام ہو جاتا ہے اور اگر تقویٰ ہو تو وہی اختیار عبودیت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

سید المجاذیب خواجہ نعمان نیئرؔ کلاچوی صوبہ خیبر پختونخواہ کی ایک دور اُفتادہ تحصیل کلاچی کے باسی ہیں۔ آپ ایک جامع العلوم شخصیت ہیں ۔ آپ بیک وقت مذاہبِ عالم، علم الکلام و فلسفہ، شعر و اَدب، صحافت و بلاغت، معاشرت و سیاست، نفسیات و روحانیات اور رقص و موسیقی پر گہری گرفت رکھتے ہیں۔ آپ ایک طویل عرصے سے مسلسل گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں اور دریں اثناء علمی و تحقیقی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ماڈرن فلاسفی اور علمِ نفسیات پر آپ کا علمی کام اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ چھ کتابوں " عشق کی سائنس "،" تصوف کی ڈکشنری"،"صراطِ دانش"،"سوزِ نہاں"،"قبیلہ نور احمد خیل"اور " Trek to Intellect "کے مصنف ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر کئی مقالات و علمی شذرات کے بھی مؤلف و مصنف ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ بھی آپ ہی کی علمی و تحقیقی جہد کا ماحصل ہے۔